پروفیسر محمد اسلم صاحب

برِصغیر پاک و ہند میں

اسلام کی آمد اور تبلیغِ دین

عرب و ہند کے تجارتی تعلقات زمانہ قدیم سے چلے آتے ہیں اور زمانہ قبل از اسلام میں عربوں کے تجارتی جنوبی ہند کی بندرگاہوں میں رکتے ہوئے جزائر شرق الہند تک جایا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بحرین کے گورنر عثمان بن ابی العاص الثقفی کے بھائی حکم بن ابی العاص نے بحری بیڑہ تیار کر کے تھانہ اور بھڑوچ پر حملے کیے۔ ان کے ایک دوسرے بھائی مغیرہ نے دیبل پر بڑا کامیاب حملہ کیا۔ مسلمانوں کو چونکہ بحری جنگوں کا کوئی تجربہ نہ تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحری جنگوں کی مخالفت کی اور بحرین کے گورنر کو لکھا کہ وہ آئندہ اس قسم کی غلطی کا ارتکاب نہ کریں۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ۔

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سندھ میں بڑی دلچسپی لیتے تھے اور وہاں کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔"

حضرت امیر معاویہؓ کے جرنیل المہلب نے متعدد بار سندھ کے سرحدی شہروں پر حملے کیے لیکن انہیں سرحدی جھڑپوں سے زیادہ وقعت نہیں دی جا سکتی۔ اموی عہد میں سندھ کے حکمران راجہ داہر نے مکران کے گورنر سعید بن اسلم کو قتل کر کے عربوں کی مخالفت مول لے لی چند سال بعد جب سندھی قزاقوں نے عربوں کے چند جہاز لوٹ لیے تو مجبوراً عربوں کو سندھ پر حملہ کرنا پڑا۔ حجاج بن یوسف نے جو مملکت اسلامیہ کے مشرقی صوبوں کا گورنر جنرل تھا اپنے داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم کو فوج دے کر سندھ روانہ کیا اور اس نوجوان فاتح نے سندھیوں کے دلوں پر اپنی تلوار کی دھاک بٹھا دی۔

محمد بن قاسم کا مقصد محض کشور کشائی نہ تھا، اس لیے وہ جہاں بھی گیا اس نے تبلیغ اسلام کو بڑی اہمیت دی۔ میر محمد معصوم بھکری کی روایت کے مطابق سب سے پہلے سندھ کی چند قوم نے اسلام قبول کیا۔ علامہ بلاذریؒ لکھتے ہیں کہ محمد بن قاسم نے دیبل کی فتح کے بعد وہاں چار ہزار مسلمان آباد کیے اور ایک مسجد تعمیر کرائی اسی طرح محمد بن قاسم نے داہر کے دارالحکومت اروڑ کی فتح کے بعد وہاں بھی ایک مسجد بنائی۔ میر محمد معصوم بھکری کی روایت

ہے کہ محمد بن قاسم نے مالِ غنیمت کے خمس سے ہر شہر اور قصبہ میں مساجد تعمیر کرائیں ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم نے ان مساجد کو آباد رکھنے کے لیے پورے سندھ میں مسلمان آباد کیے تھے ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو تبلیغِ اسلام کا بڑا خیال تھا ۔ چنانچہ انہوں نے سندھی امیروں کے نام خط تحریر کرائے جن میں ان کو دعوتِ اسلام دی گئی تھی ۔ ان کی اس دعوت پر جو سندھی اُمراء مشرف باسلام ہوئے ان میں راجہ داہر کا فرزند جے سنگھ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے ۔ عمر بن عبدالعزیز کو سندھی نومسلموں کی تربیت کا اتنا خیال تھا کہ انہوں نے اہم شہروں کی مساجد میں علماء کو خطیب بنا کر بھیجا ۔ جب مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنی سیاحت کے دوران سیہون آیا تو وہاں کے خطیب نے اسے عمر بن عبدالعزیزؒ کا وہ فرمان دکھایا جس کے جدِّ اعلیٰ الشیبانی کو جامع مسجد سیہون کا خطیب مقرر کرنے کا ذکر تھا ۔

سندھ میں تبلیغِ اسلام کے ساتھ ساتھ علومِ اسلامیہ کے مدارس کھُل گئے اور پورے ملک میں علوم اسلامیہ کا چرچا ہونے لگا ۔ ابوحفص ربیع بصریؒ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے ۔ آپ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور بڑے ثقہ محدّث تسلیم کیے جاتے ہیں اور ان کے شاگردوں میں امام ابوسفیان ثوریؒ اور وکیع جیسے فضلاء دہر کے نام آتے ہیں ۔ انہوں نے سندھ میں احادیث نبویؐ کا درس جاری کیا ۔ ابوحفصؒ جیسے بزرگوں نے جو شمع علم سندھ میں روشن کی تھی اس کی ضو سے پورا سندھ روشن ہوگیا اور سندھ نے بڑے نامی گرامی علماء پیدا کیے ۔

ابومعشر سندھیؒ کا شمار اُن محدثین میں ہوتا ہے جنہوں نے بغداد جاکر عربوں کو حدیث نبویؐ کا درس دیا ۔ خلیفہ بغداد کے ہاں ان کی اتنی قدر و منزلت تھی کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ خود خلیفہ بغداد نے پڑھائی ۔ اسی طرح سندھ نے ابوعطا سندھیؒ جیسا قادرالکلام شاعر پیدا کیا جس کے قصائد نے عربی ادب کی مشہور کتاب "الحماسہ" میں عربی شعراء کے قصائد کے ساتھ جگہ پائی ۔ اسی عہد میں ابوعلی سندھیؒ نام کے ایک بڑے عابد و زاہد بزرگ ہوئے ہیں، کہا جاتا ہے کہ مشہور صوفی بایزید بسطامیؒ نے ان سے تصوّف کی تعلیم پائی تھی یاقوت الحموی کی روایت کے مطابق ایک اور سندھی فاضل ابوجعفر محمد بن اسماعیلؒ دیبلی مکہ مکرمہ میں جا بسے تھے ان کا شمار بھی محدثین میں ہوتا تھا ۔ ان کے ایک بیٹے ابراہیم کا نام بھی حدیث کے راویوں میں آتا ہے ۔ یہ دونوں باپ بیٹا مکہ میں حدیث کا درس دیا کرتے تھے اور ان کی سند سے عرب محدثین حدیثیں روایت کیا کرتے تھے ۔ غرض یہ کہ دیکھتے ہی دیکھتے دیبل سے لے کر ملتان تک اسلامی تہذیب و تمدّن کی جڑیں بڑی مضبوط ہوگئیں ۔

شہرۂ آفاق مورخ اور جغرافیہ نویس المقدسی جب "احسن التقاسیم" لکھنے بیٹھا تو اُن دنوں ملتان کے نواحی قصبات میں حنفی بڑی تعداد میں موجود تھے اور لوگ صلاح و تقویٰ سے آراستہ تھے ۔ ابن حوقل نے سندھ کے

شہر بلری میں صالح الحال لوگوں کی موجودگی کی نشاندھی کی ہے۔ البلاذری نے ملتان، کابل اور کشمیر کے درمیان ایک شہر عیسفان کا ذکر کیا ہے۔ وہاں کے ہندو راجہ کا فرزند بیمار پڑا اور اس کی زندگی کے لالے پڑ گئے۔ اس نے اپنے پروہتوں سے دعا کی التماس کی، انہوں نے اپنے معبود کے سامنے شہزادے کی صحت یابی کی دعا کی جو بے اثر ثابت ہوئی اور شہزادہ راہی ملک بقا ہوا۔ راجہ نے خفا ہو کر اپنی سلطنت کے تمام بت مسمار کرا دیئے اور مسلمان تاجروں کو بلا کر ان کے سامنے اسلام قبول کر لیا۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ خلیفہ معتصم باللہ کے عہد کا ہے ——— عرب تاجروں کی مساعی جمیلہ سے گجرات میں بھی اسلامی اثرات نفوذ کرنے لگے تھے۔ یاقوت الحموی، الاصطخری اور ابن حوقل رقمطراز ہیں کہ ساحل گجرات پر چیمور نام کی ایک بندرگاہ تھی۔ جہاں بلہرا نامی ایک ہندو راجہ حکمران تھا۔ بلہرا کا سلوک مسلمانوں کے ساتھ بہت اچھا تھا اور عرب تجار اس کی مملکت میں آباد ہونے لگے تھے۔ جب ۳۱۶ھ میں مسعودی بغرض سیاحت چیمور آیا تو وہاں دس ہزار کے لگ بھگ عرب اور مخلوط النسل مسلمان آباد تھے۔ مسلمانوں نے بلہرا کی مملکت میں مساجد تعمیر کر لی تھیں۔ جہاں پانچوں وقت اذان ہوا کرتی تھی۔ مسعود نے گجرات کے متعدد ساحلی مقامات پر مسلمانوں کی موجودگی کی نشاندہی کی تھی وہ جہاں بھی گیا مسلمانوں کو فارغ البال اور مرفہ الحال پایا۔

چیمور سے کچھ آگے سندان نام کے ایک شہر کا ذکر ملتا ہے۔ قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں کہ سندان موجود مہاراشٹر اور گجرات کے درمیان بمبئی سنٹرل ریلوے اسٹیشن سے شمال کی طرف ۱۴۵ کلومیٹر اور سورت سے جنوب کی طرف ۱۱۸ کلومیٹر پر ایک معمولی اسٹیشن ہے۔ قدیم عرب جغرافیہ نویس اور مورخ اسے سندان لکھتے ہیں۔ مگر آج کل مقامی زبان میں اسے سنجان کہا جاتا ہے۔

ابوالفضل نے بھی آئین اکبری میں سنجان ہی لکھا ہے اور اسے جالہ وارہ کا پرگنہ بتایا ہے۔ قدیم زمانہ میں یہ بلاد ہند کا مشہور شہر اور بندرگاہ تھی اور یہاں بحری تجارت کی عالمی منڈی تھی۔ جب علامہ بلاذری فتوح البلدان لکھنے بیٹھے تو انہیں معلوم ہوا کہ وہاں کی جامع مسجد میں مامون الرشید کے لیے دعا مانگی جاتی ہے۔

ڈاکٹر تاراچند کی تحقیق کے مطابق بمبئی کے نواح میں چال، کلیان اور سوپارہ میں ظہورِ اسلام سے قبل عربوں کی آبادی کا سراغ مل گیا ہے۔ ظہورِ اسلام کے بعد ساحل مالا بار پر ایک عربی النسل قوم نوائت آباد ہوئی جن کا پیشہ جہاز رانی تھا۔ جنوبی ہندوستان کے ساحل پر اسلام کی تبلیغ اور علوم اسلامیہ کی اشاعت میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ ڈاکٹر تاراچند نے کولم میں عربوں کے ایک قدیم ترین قبرستان کا پتہ لگایا ہے جہاں علی بن عثمان نامی ایک شخص کی قبر پر ۱۶۶ھ کا ایک کتبہ نصب ہے اسی طرح بمبئی کے قریب تھانہ میں بھی مسلمان قدیم الایام سے آباد ہیں۔ جب ۱۸۸۲ء میں گزیٹیر آف تھانہ ڈسٹرکٹ مرتب ہوا تو وہاں آٹھ سو سال کی پرانی قبریں موجود

تھیں۔ اسی طرح ساحل مالا بار پر موپلہ قوم بھی قدیم الایام سے آباد ہے یہ لوگ جہاز ران تھے اور مصر وعرب اور ہندوستان کے درمیان تجارت کرتے تھے۔ ابن بطوطہ نے ساحل مالا بار پر چودھویں صدی کے نصف اول میں سفر کیا تھا اور یہ بات اس کے اطمینان کا باعث تھی کہ پورے علاقہ میں مسلمانوں کی بستیاں موجود تھیں جہاں وہ خوشحال اور فارغ البالی سے زندگی بسر کر رہے تھے جب تک اس علاقہ پر پرتگیزوں نے حملہ نہیں کیا تھا ساحل مالا بار پر مسلمان چھائے ہوئے تھے۔

جنوبی ہندوستان کا مشرقی ساحل "معبر" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا یہاں عرب ساتویں صدی میں آباد ہونا شروع ہو گئے تھے عربوں کے تجارتی جہاز جو عرب اور جزائر شرق الہند کے درمیان سامان لایا اور لے جایا کرتے تھے، وہ اکثر یہاں لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر تاراچندر کی تحقیق کے مطابق یہاں بھی مسلمان بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ جب دکن کی ہندو ریاست وجیانگر نے ان مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تو وہ اس علاقے سے ہجرت کر کے جزائر شرق الہند چلے گئے۔ آج جنوب مشرقی ایشیا نے جس قدر مسلمان نظر آتے ہیں یہ انہی مہاجروں کی تبلیغ کا نتیجہ ہیں جو ساحل معبر سے وہاں جا کر آباد ہوئے تھے۔

برصغیر پاک وہند میں قدم جماتے ہوئے بزرگانِ دین نے تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کا کام شروع کیا تھا۔ المقدسی کی ملاقات منصورہ میں قاضی ابامحمد المنصوری سے ہوئی تھی۔ موصوف امام داؤد ظاہری کے پیرو تھے اور ان کے مسلک کی حمایت میں انہوں نے متعدد کتابیں لکھی تھیں۔ سلطان محمود کے لاہور پر قبضہ سے بہت پہلے یہاں اسماعیل بخاری تفسیر اور حدیث کا درس دیا کرتے تھے مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "کشف المحجوب" تحریر فرمائی تھی۔

سلطنتِ دہلی سے پہلے لاہور میں مولوی اسحاق کا مدرسہ بہت مشہور تھا جہاں سے سلطان سخی سرورؒ جیسے کامیاب مبلغ فارغ التحصیل ہو کر نکلے تھے۔ حسن صغانی لاہوری کا شمار دنیائے اسلام کے نامور علماء میں ہوتا ہے موصوف عربی لغت کے امام مانے جاتے تھے اور عرب میں ان کے کمال فن کے معترف ہیں۔ ناصر الدین قباچہ نے ملتان میں ایک مدرسہ بنوایا تھا جہاں علامۂ روزگار قطب الدینؒ کاشانی درس دیا کرتے تھے۔

حضرت بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی نے ایک چھوٹے سے گاؤں کوٹ کروڑ میں ایک قاری سے ساتوں قرأتوں میں قرآن پڑھنا سیکھا تھا۔ حضرت زکریاؒ کی خانقاہ اپنے زمانہ میں علم وادب کی گہوارہ سمجھی جاتی تھی۔ سید امیر حسینی نے اسی جگہ "نزہت الارواح"، "زاد المسافرین" اور "کنز الرموز" جیسی کتابیں تحریر فرمائی تھیں۔ فخر الدین عراقی جیسے قادر الکلام شاعر نے اپنی زندگی کے بیس سال اسی خانقاہ میں بسر کیے۔ التمش کے عہد میں بخارا کے ایک عالم ابو توامہ جبلی نے سنار گاؤں میں سکونت اختیار کر لی اور اس شہر کو علم حدیث کا ایک مرکز بنا دیا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے پاس ایک بہت اچھا کتب خانہ تھا اور آپ کا ایک مرید کتابوں کی نقلیں تیار کرنے پر مامور تھا۔

آمدم برسر مطلب شمالی ہندوستان میں تبلیغ کا فریضہ صوفیائے کرام نے انجام دیا ان بزرگوں میں سے خواجہ معین الدین اجمیریؒ بڑے کامیاب مبلغ ثابت ہوئے۔ انہوں نے راجستھان کے قلب میں اسلام کی شمع روشن کی جس کی ضو سے پورے ہندوستان سے ظلمت کی گھٹائیں چھٹ گئیں۔

شمالی بنگال اور آسام میں تبلیغ اسلام کا فریضہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ اور شاہ جلال مجرد سلہٹیؒ نے انجام دیا۔ مؤخرالذکر بزرگ اپنے سات سو مریدین کے ساتھ بنگال میں داخل ہوئے اور انہوں نے سلہٹ کے ہندو حکمران گوڑ گوبند کو شکست دے کر سلہٹ میں قیام فرمایا۔ آپ کے سوانح نگار عبدالجلیل بسمل رقمطراز ہیں کہ آپ جو علاقہ فتح کرتے وہ ایک مرید کی نگرانی میں دے کر خود آگے بڑھ جاتے اور وہ مرید اس علاقہ میں تبلیغ دین کے فرائض پورے کرتا۔ آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ شادیاں کریں تاکہ اس علاقے میں مسلمان آبادی میں اضافہ ہو۔ آپ کے مریدوں نے پورے بنگال اور آسام میں تبلیغی کاموں میں بڑی سرگرمی دکھائی اور غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کو مشرف بہ اسلام کیا۔

لاہور میں جن دنوں ابھی ہندوؤں کی حکومت تھی بخارا سے شیخ اسماعیلؒ نام کے ایک بزرگ یہاں آکر مقیم ہوگئے۔ مفتی غلام سرور رقمطراز ہیں کہ وہ جمعہ کے روز وعظ کیا کرتے تھے اور ان کا وعظ اتنا پُر تاثیر ہوا کرتا تھا کہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان ہوا کرتے تھے آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لاہور میں تفسیر و حدیث کا درس جاری کیا۔

حضرت اسماعیل بخاریؒ کے بعد لاہور میں سید علی ہجویری المشہور داتا گنج بخشؒ تشریف لائے۔ آپ کی توجہ سے لاہور کا ایک نامی گرامی جوگی اپنے چیلوں سمیت مشرف باسلام ہوا۔ آپ نے لاہور میں ہی "کشف المحجوب" قلم بند فرمائی۔ جو تصوّف کے موضوع پر فارسی زبان میں اوّلین کتاب ہے۔

بلخ کے مشہور صوفی ابو اسحاق گازرونیؒ کے بھتیجے شیخ صفی الدین گازرونیؒ (م ۱۰۰۷ء) سلطان محمود غزنوی کی تخت نشینی سے بھی پہلے سابق ریاست بہاولپور کے مشہور روحانی مرکز اوچہ میں آکر مقیم ہوئے۔ ان کی تبلیغی کوششوں سے بہت سے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کی وفات کے تقریباً ایک صدی بعد شاہ یوسف گردیزیؒ نے ملتان کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ ان کی سعی و کاوش بار آور ہوئی اور ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

سلطنت دہلی کے قیام سے قبل پنجاب میں سلطان سخی سرورؒ نے بڑا کام کیا تھا اور آج صدیاں گذر

جانے کے بعد بھی پنجاب کے جاٹوں پر ان کا اثر نمایاں ہے ۔جنوب مغربی پنجاب میں حضرت بہاؤ الدین ذکریا بڑے کامیاب مبلغ ہوگذرے ہیں ان کی سعی وکاوش سے بہت سی غیر مسلم قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں جن میں کھچی قوم قابل ذکر ہے ۔ آپ کے ایک مرید حضرت موسیٰ نواب نے بھی کئی ایک غیر مسلم قبائل مسلمان کئے ۔ اسی طرح آپ کے ایک اور مرید سید جلال بخاری نے چڈھر، سیال، داہر اور کئی ہندو قوموں کو مسلمان کیا ۔ ان کے پوتے مخدوم جہانیاں سید جلال الدین جہانگشت کے ہاتھ پر کھرل قوم مشرف باسلام ہوئی ۔

حضرت بہاؤ الدین کے پوتے شاہ رکن عالم کے مرید شیخ حمید الدین حاکم نے مومبارک کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ سکھر اور اوچہ کے درمیان میں ان کی سعی وکاوش سے بہت سے گمراہوں نے راہ ہدایت پائی۔ گزیٹیر آف ملتان ڈسٹرکٹ کی روایت ہے کہ مخدوم محمد غوث اچی کے ایک مرید مخدوم شیر شاہ نے سوا لاکھ کے قریب غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا۔

بابا فرید الدین گنج شکرؒ بھی بڑے کامیاب مبلغ ثابت ہوئے اور ان کی کوششوں سے پنجاب کے بہت سے غیر مسلم قبائل نے اسلام قبول کیا ۔ وٹو، سیال اور ٹوانے آپ ہی کی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے تھے ۔ بعض حضرات کے خیال میں جنوبی پنجاب کے غیر مسلموں کو مسلمان کرنے میں آپ کی کوششوں کو بڑا دخل ہے ۔

بابا صاحبؒ کے ایک پوتے شیخ تاج الدینؒ نے بیکانیر کے علاقہ میں متعدد راجپوت خاندانوں کو مسلمان کیا جس کی وجہ سے غیر مسلم راجپوت ان کے درپے آزار ہوئے ۔ تقسیم ملک سے قبل پانی پت کے نواح میں جو مسلمان راجپوت آباد تھے ان کا کہنا تھا کہ ان کے مورث اعلیٰ امیر سنگھ کو حضرت بوعلی قلندرؒ نے مشرف باسلام کیا ۔

دکن کا علاقہ سلطان علاؤ الدین خلجی اور اس کے نامور جرنیل ملک کافور کی توجہ کا خاص مرکز بنا رہا ۔ ان دونوں نے دکن میں جو معرکے سر کیے ان سے دکن کے قلب میں تبلیغ اسلام کے راستے کھل گئے اور بہت سے صوفیاءِ کرام نے شمالی ہندوستان کی سکونت ترک کرکے دکن کو اپنا مسکن بنایا ۔ انہی ایام میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ نے دکن میں تبلیغ اسلام پر خصوصی توجہ دی ۔ آپ نے اپنے ایک جلیل القدر خلیفے حضرت برہان الدین غریبؒ کو چار سو درویشوں کے ہمراہ تبلیغ اسلام کے لیے دکن بھیجا ۔ سلطان المشائخ کے جانشین حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفے حضرت بندہ نواز گیسو دراز نے بھی گلبرگہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی آپ کی سعی وکاوش سے کفار کی ایک بڑی جماعت نے اسلام قبول کیا ۔

جن دنوں صوفیائے کرام دکن پر خصوصی توجہ دے رہے تھے انہی ایام میں سلطان محمد بن تغلق کے دل میں بھی دکن میں تبلیغ اسلام کا خیال آیا ۔ اس نے دکن میں اسلام کا ایک مضبوط مرکز قائم کرنے کے ارادے سے دولت آباد کو پایۂ تخت بنایا ۔ دولت آباد کی ٹکسال میں اس نے جو سکے مضروب کیے ان پر قبۃ الاسلام اور دار الاسلام کے

الفاظ منقوش ہیں جو خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ سلطان کے دل میں تبلیغ اسلام کا جو جذبہ پایا جاتا تھا اس کی عکاسی اسی واقعہ سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ ایک بار اس نے حضرت سلطان المشائخؒ کے مرید شمس الدین کو بلا کر یہ کہا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تجھ جیسا عالم بیکار پڑا ہے نہیں چاہیئے کہ کشمیر جا کر کسی بت خانہ میں ڈیرہ لگاؤ اور اس دیار کے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دو۔

سلطان محمد بن تغلق کے جانشین سلطان فیروز تغلق نے بھی تبلیغ اسلام میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ سلطان اپنی تالیف "فتوحات فیروز شاہی" میں رقمطراز ہے کہ ہمیں توفیق ملی کہ ذمیوں کو دین ہدیٰ کی طرف رغبت دلائیں۔ ہم نے یہ اعلان کیا کہ کافروں میں سے جو کوئی بھی کلمہ توحید پڑھ کر اسلام قبول کرے گا جیسا کہ شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے اس سے جزیہ ہٹا لیا جائے گا۔ یہ آواز سب کے کانوں تک پہنچا دی اور ہندوؤں نے فوج در فوج اور گروہ در گروہ اسلام قبول کیا۔ اور اسی طرح آج تک وہ ہر طرف سے آکر اسلام قبول کرتے ہیں۔

بسا اوقات ایسے مواقع اتفاقیہ پیش آگئے کہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر صدہا غیر مسلم کفر و شرک سے تائب ہوئے جب جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو قلعہ گوالیہ میں محبوس کیا تو اسی کی سعی و کاوش سے صدہا قیدی مشرف باسلام ہوئے۔ جب وہ قیدی سزا بھگت کر رہا ہوئے تو ان کی اکثریت سرہند میں حضرت مجدد صاحبؒ کے قرب میں جا بسی۔ پانچ پشتیں گذرنے کے بعد جب صاحبزادہ کمال الدین محمد احسان اپنی تصنیف لکھنے بیٹھے تو ان نو مسلموں کی اولاد ہنوز سرہند میں موجود تھی۔

کشمیر میں حضرت سید بلبل شاہ اور امیر کبیر سید علی ہمدانی کی کوششوں سے بہت بڑی تعداد میں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور آج وادی کشمیر میں جو مسلمانوں کی اکثریت ہے یہ انہی بزرگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے عمل صالح میں محمد صالح کنبو لکھتا ہے کہ کشمیر کے سفر کے دوران جب شاہجہان بھنبر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس جگہ بہت سے ہندوؤں نے مسلمان عورتوں سے شادیاں کی ہوئی ہیں یہ سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ جن غیر مسلموں نے مسلم عورتوں سے شادی کی ہوئی ہے وہ مسلمان ہو جائیں ورنہ ان عورتوں کو ان سے الگ کر دیا جائے گا۔ محمد صالح کی روایت ہے کہ اس موقع پر بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا۔

بقیہ صا ۵۱ سے

انہوں نے کہا کہ پہلے میرا خدا پر یقین نہیں تھا مگر اب مجھے یقین ہے کہ خدا موجود ہے اور اب زندگی کو سمجھنا آسان ہے۔

ڈینس بیکر نے کہا وہ اور ان کے چار دیگر فوجی ساتھیوں نے اپنے ملک واپس جا کر اکٹھا عبادت جاری رکھنے کا فیصلہ ہے اور ہم اپنی پرانی عادتیں چھوڑنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

انہوں نے کہا کہ مسلمان بننا اتنا آسان نہیں ہے جتنا لگتا ہے بہت بڑی ذمہ داری ہے یہ زندگی کا ایک طریقہ ہے اور آپ کو دوسرے کیلئے ایک مثال بننا ہوتا ہے۔